پیش لفظ

ہم ہر سال اختتام حج پر ایک حج رپورٹ شائع کرتے ہیں۔ اس سال اس رپورٹ کو محترم و مکرم عالم جناب خاور نقوی نے مرتب کیا ہے جس میں انہوں نے اپنے تاثرات اور مشاہدات کو دینی جذبے کے تحت قلم بند کیا ہے۔ ہم یہ رپورٹ آپ کی خدمت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ خداوند کریم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین!

سید مظفر حسن کاظمی
مہتمم و منتظم
کاروان حج قادریہ
پاکستان۔ اسلام آباد

ترتیب

☆☆☆☆☆

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا ....

محبوب کبریا، سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
تم لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے دنیا میں آئے ہو، مسائل پیدا کرنے کے لئے نہیں آئے۔" چنانچہ جو شخص امور مومنین و مسلمین میں خلوص دل سے شریک ہوتا ہے، نیک نیتی، وابستگی اور والہانہ شیفتگی کے ساتھ دوسروں کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھ کر ان کی دست گیری کرتا ہے، خالق کائنات کی رحمت و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ اسباب بنتے چلے جاتے ہیں اور راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

اسے حوصلے کی آزمائش سمجھئے، صبر کا امتحان جانئے یا عصر حاضر کا المیہ خیال کیجئے کہ ادھر کسی نے کار خیر کا بیڑا اٹھایا، اُدھر مخالفتوں نے اسے اپنے حصار میں لینا شروع کیا اور طعن و تشنیع کے نشتروں نے اس کا جگر چھلنی کر دیا۔ اس صورت حال میں اس کے قدم ڈگمگانے کے بجائے مزید جم جانے کی خُو پیدا کرتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ جس مقصد کو لے کر آگے بڑھا ہے، اگر اس میں جان نہ ہوتی تو مخالفین اس کے سامنے دیوار بن کر اپنی جان ہلکان کیوں کرتے۔ اہل دانش جانتے ہیں کہ کسی بھی اعلیٰ مقصد کی مخالفت کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ بہر حال ایسے حوصلہ شکن اوقات اور صبر آزما حالات سے عاشق ہی سرخرو نکلتا ہے۔

موسم آیا تو نخل دار پہ میرؔ
سرِ منصور ہی کا بار آیا

یہ امر اپنی جگہ مسلّم ہے کہ کامیابی کے ساتھ ناکامی اور فتح کے ساتھ شکست بھی ہوتی ہے۔ سدا کامیاب کون رہا ہے۔ ہمیشہ کامرانی نے کس کا ساتھ دیا ہے۔ مگر راہِ عشق کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ محبت کی راہ کے جلوے مختلف ہیں۔ اس منزل میں اہلِ ہمت کو ناکامی و شکست میں کامیابی و فتح کا لطف ملتا ہے۔ گویا اس کی لوحِ دل پر ناکامی اور شکست کا مفہوم بدل جاتا ہے۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

مولانا سید محمد ثقلین کاظمی عشاق کے اسی قبیلے کے فرد ہیں۔ انہوں نے جب سے ہوش سنبھالا، حاجت مندوں کو سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ ان کے دردمند دل نے خاک نشینوں کو اپنے مقام کا احساس دلایا۔ ان کی سنگت غریب سے رہی۔ ان کی رفاقت مجبور سے رہی۔ ان کی الفت بے کس سے رہی۔ مقتدر سے رابطہ رکھا تو بین السطور کسی بے بس کو بے بسی کی اذیت سے نکالنا مقصود رہا۔ وسائل کے نہ ہوتے ہوئے مسائل سے ٹکر لی۔ عزمِ صمیم کی دولت نے انہیں یہ راز بتایا کہ نیک نیتی اور سچائی کے ساتھ عملِ خیر کے لئے کمر باندھنا انسان کا کام ہے، اسباب پیدا کرنا خالقِ انسان کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ ان کے بالوں کی سیاہی چاندی میں بدل گئی مگر دھن جوں کی توں رہی۔ اگر کبھی کسی مخالف آواز نے انہیں اس طرح جھنجھوڑا:۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

تو انہوں نے بڑی طمانیت کے ساتھ کہا:۔

ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقتِ شہر تو کہنے کو فسانے مانگے

مولانا کاظمی کی مخلصانہ کاوشوں سے احباب بخوبی آگاہ ہیں۔ عقد، جنازہ، مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی، تبلیغی مجالس، مومنین کے بچوں اور بچیوں کے لئے رشتے، فریضۂ حج ادا کرنے کے سلسلے میں کاروانِ عمار یاسر کی تشکیل اور دیگر رفاہی امور ان کی زندگی کا ہدف رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے فرائض کو وقت کی پابندی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کی کوشش کی۔

زیرِ نظر تحریر حج سے متعلق ہے لہٰذا اس میں حج ہی کے بارے میں معروضات پیش کی گئی ہیں۔ مولانا کاظمی کے تشکیل کردہ کاروانِ عمار یاسر نے پہلی بار ۱۹۹۷ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ تاحال یہ سلسلہ جاری ہے۔

مولانا کاظمی ہر سال باقاعدہ حج رپورٹ شائع کرتے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں مصنف کو اس کاروان کی معیت میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس نے مناسب سمجھا کہ حج رپورٹ کو مختلف انداز میں اس طرح پیش کیا جائے کہ یہ تجربات و مشاہدات کی نشاندہی کرے۔ کسی قاری یا آئندہ سفرِ حج پر روانہ ہونے والے فرد کو اس تحریر کا کوئی نکتہ اچھا لگے اور وہ اس کا ہم سفر ہو جائے تو یہ مصنف کے لئے خوش قسمتی کا باعث ہوگا۔

فلسفۂ حج پر روشنی ڈالنا اور مناسک حج سمجھانا مصنف کا منصب نہیں۔ ان موضوعات پر فقہاء، علماء اور اہل فکر و نظر کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مصنف نے تو فقط ان کی روشنی میں چیدہ چیدہ واقعات کو اپنے تأثرات اور اس خیرات کے ساتھ پیش کیا ہے جو ارض مقدس میں شعر کی صورت میں اس کے قلب و ذہن کو ملتی رہی۔

محتاج دعا

خاور نقوی

کہتے ہیں کس کو حج؟

حج کے لغوی معنی ارادہ و قصد کے ہیں۔ کیا ارادہ اور کیسا قصد؟ اپنے خالق و مالک کی خوشنودی حاصل کرنے اور اعمالِ حج بجا لانے کے بعد مثبت طرزِ زیست اور عمل خیر کے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد و پیان۔

ڈاکٹر علی شریعتی حج کے جملہ پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''کلی طور پر دیکھا جائے تو حج اللہ کی سمت انسان کا جسمانی سفر ہے۔ بنی نوع انسان کی خلقت کے فلسفے کی ایک اشاراتی تمثیل ہے اور جو کچھ اس فلسفے میں محلِ نظر ہے اس کا عینی تجسم ہے اور ایک جملے میں، حج تمثیل آفرینش ہے اور ساتھ ہی...... ''تمثیل تاریخ''...... ''تمثیل توحید''...... ''تمثیل مکتب'' اور ''تمثیل امت'' ہے۔ (ایک ایسا اعتقادی اور مثالی معاشرہ کہ جسے اسلام، بنی نوع انسان کے لئے قائم کرنا چاہتا ہے)۔ (۱)

حج کے مدارج

خالق لم یزل کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ ذات کبریا نے کائنات میں ہر بے جان و جاندار کے درجے مقرر کئے ہیں اور یہ سب انسان کے لئے درس بصیرت اور پیغام تکامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوانات سے لے کر ملائکہ اور انبیاء و مرسلین کے مقام و مرتبے میں تفاوت فکر آدمی کو تحریک اور قلب

---

(۱) علی شریعتی، ڈاکٹر، حج، ماقب پبلی کیشنز، لاہور، س۔ ن۔ ص ۳۳

انسانی کو تشویق دیتا ہے۔ جس طرح سب نماز گزاروں کی نماز کا ثواب، روزہ داروں کے روزے کا ثواب برابر نہیں اسی طرح قبولیت کی منزل پر حج ادا کرنے والوں کے اجر میں بھی فرق ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''حج تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (فریضہ حج انجام دینے والوں میں) شرف وفضیلت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اس شخص کا درجہ بلند ہے جس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں اور وہ آتش جہنم سے نجات پا جائے۔

اس کے بعد اس شخص کا درجہ ہے جس کے زمانۂ ماضی کے سارے گناہ معاف ہو جائیں اور آئندہ زندگی میں از سر نو عمل (خیر) انجام دے۔

اور آخری درجہ اس کا ہے (جسے دونوں مراتب تو نصیب نہ ہو سکیں، البتہ اس کے اہل (وعیال اور جان) و مال کو سلامتی حاصل ہو۔ (۱)

حج کے اسرار و رموز

فرزندِ رسول اکرمؐ سے مروی اس حدیث پاک کی روشنی میں ہر حاجی کو اپنے ضمیر کی عدالت میں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ وہ ان مدارج استجابت میں کہاں ہے۔ عام حالات میں بھی اپنی ذات کا متلاشی انسان بڑی مشکل سے اپنے آپ کو

---

(۱) سید رضی جعفر نقوی، حجۃ الاسلام والمسلمین، حج۔ فضائل، تاریخ، احکام، آداب، ادارۂ اصلاح، کراچی، سن ندارد، ص ۱۱

تلاش کر پاتا ہے۔ یہ تو مقام ہی اور ہے۔ اس منزل کا ہر مرحلہ لمحۂ فکریہ ہے۔ وہ خوش نصیب ہے جو اپنی ذات کے خلوت خانے میں معرفت توحید کے جلووں سے طاق دل پر کوئی دیا روشن کرتا ہے۔ اس راہِ شوق میں کون ایسا سچا مشتاق ہے جو تن کی دنیا کو تج کر من کی دنیا آباد کرتا ہے اور سفلی یادوں سے رشتہ توڑ کر یادِ مولا سے رابطہ جوڑتا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ مسلم معاشرے میں زیرِ بحث عبادت کے کیا آثار نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر علی شریعتی نے اپنی چشم بصیرت سے اسے کس طرح دیکھا ہے:

"اگر حج کے معنی اور معنویت کی تفہیم کا ایک ہزارواں حصہ بھی عمل میں آتا تو۔

حج ہر سال تدریس کا ایک ایسا دور ہوتا کہ...... جو ایک ماہ کی عملی اور نظری، اسلام شناسی کے عمل میں لاکھوں آزاد اور مشتاق نمائندوں کو روح حج، پیغام اسلام، مکتب توحید اور مسلمان قوموں کی سرشت سے آگاہ کرتا اور پھر وہ

بھری جھولیوں کے ساتھ......

اپنے ملکوں، اپنے شہروں، اپنے دیہاتوں، اپنے کام کاج اور دینی مرکزوں میں واپس آتے اور جو کچھ انہوں نے حاصل کیا ہے اسے اپنے لوگوں کو سکھاتے اور اس طرح......

حج ایک جوش مارتا ہوا زمزم ہوتا جو ہر سال مسلم امہ کو اپنے نکھرے ہوئے ایمان و اندیشے سے سیراب کرتا اور ایک حاجی اپنے اس عہد کے ساتھ جسے اس نے حجر اسود کو چوم کر کیا ہے، لوگوں کے درمیان ایک ایسے نور کا حامل ہوتا کہ اس کی عمر کے آخری حصے تک اس کے تاریک ماحول میں روشنی بکھیرتا

رہتا''۔(۱)

حج کے تقاضے

ایک انقلابی فکر نے ہمیں سمجھایا کہ حج کے فیوض و برکات سے حاجی کس طرح فیض یاب ہو سکتا ہے اور ان سے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس عظیم عمل سے کیسے فیضان حاصل کیا جا سکتا ہے، ایک اور انقلابی سوچ کی روشنی میں دیکھتے ہیں:

> ''حاجیوں کے لئے پہلا قدم خود کو بہتر بنانا ہے۔ احرام، طواف، نماز، عرفات، قربانی، رمی اور حلق (سر منڈوانا) یہ سب کے سب خدا کے روبرو انسان کے انکسار، خشوع و فروتنی اور ذکر و گریہ اور قرب الٰہی کے جلوے ہیں۔ ان پُر معنی مناسک و اعمال کو غفلت کے ساتھ انجام نہ دیجئے۔ حج کا مسافر ان تمام اعمال میں خود کو خدا کے روبرو سمجھے...... حج ایک گروہی و اجتماعی تحرک کا کام ہے۔ حج کی الٰہی دعوت اس لئے ہے کہ مومنین خود کو ایک دوسرے کے نزدیک دیکھیں اور مسلمانوں کے اتحادی پیکر کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کریں۔ حج اجتماعی طور سے شیاطین انس و جن سے برائت و بیزاری کا اظہار کرنے کے لئے ہے۔ یہ اسلامی امت کے اتحاد و یکجہتی کی تمرین ہے۔''(۲)

---

(۱) علی شریعتی، ڈاکٹر، حج، ص ۲۷۔ ۲۸

(۲) سید علی خامنہ ای، آیت اللہ العظمیٰ، ولی امر المسلمین، حجاج بیت اللہ کے نام پیغام، ذی الحجہ الحرام ۱۴۲۵ھ، ص ۳۔۴۔۵

ذہنی آمادگی

حج کا سفر اختیار کرنے والے ہر فرد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد ﴿مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا﴾ یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ، کے ساتھ قدم بڑھانا ہوگا اور اپنی شخصیت کو مثبت بنانے کے لئے مسیرِ حیات کی ہر مشکل میں صبر، برداشت، حوصل، مشقت، ریاضت اور دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کی خُو اپنانا ہوگی نیز گھر کی سہولتوں کو قطعی طور پر فراموش کر کے سفر کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے جھیلنے کا عزم کرنا ہوگا۔ بقول ڈاکٹر علی شریعتی:۔

> ''تمہاری رہبانیت ''خانقاہ'' میں نہیں ''اجتماع'' میں ہے، ''میدان عمل'' میں ہے کہ تم ایثار میں، اخلاص میں، تکلیفوں میں، محرومیوں، اسارتوں اور تشددوں کے عذاب کو جھیل کر، خطروں کا مقابلہ کر کے، جدوجہد کے میدان میں، خلق خدا کو ملحوظ خاطر رکھ کر خدا تک پہنچتے ہو کیونکہ ہر مذہب کی ایک رہبانیت ہے اور میرے مذہب کی رہبانیت جہاد ہے۔'' (۱)

سوئے حجاز

۲۱ دسمبر ۲۰۰۴ء۔ سفر کے بنیادی لوازم، ڈالر اور ریال کی صورت میں کچھ نقدی، حج کا شناختی کارڈ، کڑا (جس پر نام کندہ تھا) پاسپورٹ، بیگ، احرام، حج کے بارے میں انتظامی اور حفظانِ صحت کے اصولوں سے مربوط کتابچہ، کارڈ اور متعلقہ کاغذات وغیرہ وصول پائے۔ کاروان عمار یاسر کے سربراہ مولانا سید محمد ثقلین

---

(۱) علی شریعتی، ڈاکٹر، حج، ص ۸۳۔۸۴

کاظمی حسب معمول کاروان کی معاونت کے لئے موجود تھے۔ اس کارروائی پر دو ڈھائی گھنٹے صرف ہوئے۔

شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

۲۳ دسمبر ۲۰۰۴ء ...... کاروان عمار یاسر اکسٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ حاجی کیمپ سے عمرۂ مفردہ کی نیت کی، تلبیہ کے نورانی الفاظ زبان پر جاری کئے اور بس کے ذریعے ائیر پورٹ پہنچے۔ رات نے خاصا سفر کر لیا تھا۔ کاروان کے کچھ افراد ہم سے پہلے PK 1715 کے ذریعے روانہ ہو چکے تھے۔ وقت کا رہوار چلتا رہا۔ پو پھٹی، صبح ہوئی۔ گروپ لیڈر مولانا سید حسن عسکری نقوی کی قیادت میں احرام باندھے۔ فریضۂ سحری ادا کیا، ناشتہ کیا اور فلائٹ کا انتظار کرنے لگے جس کا وقت صبح پانچ بج کر پچاس منٹ تھا۔ ایک بکرے کا کفارہ ہم پر عائد ہو چکا تھا۔ ہنگام شب ہم سے پہلے جانے والے ساتھی اس سے محفوظ رہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ شدید دھند کی وجہ سے فلائٹ مؤخر ہوگئی۔ پی آئی اے کے ارباب بست وکشاد کی رگِ مہمان نوازی پھڑکی تو انہوں نے ضیافت کا اہتمام کر ڈالا۔ خالق بہتر جانتا ہے کہ یہ صبر کا امتحان تھا یا ظرف کا پیمان تھا۔ بہرحال گیارہ بجے دن اسلام آباد سے روانگی ہوئی۔ میری نشست گروپ لیڈر کے ساتھ تھی اور ہم کھڑکی کے ساتھ تھے۔ ظاہری آنکھ سے نظر آنے والے مناظر پر گفتگو ہوتی رہی اور چشم تصور ان دیکھے مظاہر میں گم رہی۔ PK 2015 آٹھ ہزار پانچ سو فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے ساڑھے پانچ گھنٹوں میں عبد العزیز ائیر پورٹ جدہ اترا۔ سامان کی کلیئرنس ہوئی۔ کاروان کے کچھ ساتھی بچھڑ گئے۔ بہتیرے اعلانات کے باوجود نہ ملے۔ بالآخر مکۂ مکرمہ میں ان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ گروپ لیڈر کی پہلی آزمائش کا اندازہ یہیں سے ہوا۔

جدہ سے بس کے ذریعے سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے دس بجے رات مکۂ مکرمہ پہنچے۔ کھانے پینے کا کچھ سامان ملا جو اس وقت نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ معطوف سید نبیل علی حسن اکبر کے زیر اہتمام ہمارے کاروان کو محلہ جرول حارۃ الباب مکتب 19 تین عمارتوں 4108، 4110 اور 4113 میں پہلے ہی سے کمرے الاٹ ہو چکے تھے۔ باہمی مشورے سے اپنے اپنے کمروں میں سامان رکھا۔ ہم سے پہلے مکۂ مکرمہ پہنچنے والے احباب عمرۂ مفردہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ ہمیں گروپ لیڈر کے ہمراہ حرم کے باب السلام سے حاضری کا شرف ملا۔ سب نے دست دعا بلند کئے، بارگاہ رب العزت میں اپنی حاجات پیش کیں اور نمازِ زیارت ادا کی۔ عمرۂ مفردہ کے اعمال میں سعی کے دوران میں بے خوابی اور تھکاوٹ کی وجہ سے مصنف کی تو یہ کیفیت تھی کہ ہر قدم پر گرنے کا خدشہ تھا مگر کریم ذات کے کرم سے یہ عمل بھی سرانجام پایا۔ عمرے کی ادائیگی سے فارغ ہو کر تین بجے رات قیام گاہ پہنچے اور یادگار نیند کے ساتھ خوابوں کی دنیا میں بس گئے۔

25 دسمبر 2004ء ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی پیدائش کا یہ دن مکہ مکرمہ میں روحانی انہماک اور معلوماتی مصروفیات کے ساتھ گزرا۔ گروپ لیڈر کی رہنمائی میں کاروان نے اجتماعی طور پر پیدل چلتے ہوئے نہایت اہم مقامات کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ گروپ لیڈر نے ملیکۂ عرب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے خانۂ اقدس، مسجد بلال، حضرت زید بن ارقم کے گھر اور مولد النبیؐ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں ظہور کا مقام) کی نشاندہی کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کو "مکتبۃ مکۃ المکرمۃ ۱۳۷۰ھ" میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ وسیع علاقہ خالی پڑا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مقدس یادگار کے طور پر آپ کا مولد بعینہٖ محفوظ رہتا۔ دنیا کی

ہوش مند قوموں نے اپنے عمائدین کی یادگاروں کی کتنی دلچسپی اور تندہی کے ساتھ حفاظت کی ہے۔ یہ یادگار تو محسن انسانیت سے متعلق تھی۔ اسے محفوظ رہنے کا حق بدرجۂ اولیٰ تھا۔ بلاشبہ لائبریری کا قیام اشاعت علم کا باعث ہے اور آپؐ نے علم کے حصول و ترویج کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ یہ کام اپنی جگہ مستحسن ہے لیکن لائبریری اس کے قریب وسیع تر مقام پر قائم ہو سکتی تھی اور اسے آپؐ ہی کے اسم گرامی سے منسوب کیا جا سکتا تھا۔ مقامِ حیرت ہے کہ مکۂ مکرمہ میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی یادگار چار دیواری میں محفوظ ہے، مدینہ منورہ میں سقیفہ بنی ساعدہ کو عجائب گھر کے طور پر محفوظ کیا جا رہا ہے مگر اس مقدس مقام کو قائم نہ رکھا گیا۔ www.kitabmart.in

حرم کے باب شیبہ کے سامنے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا نورانی گھر تھا۔ خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت اسی متبرک مقام پر ہوئی۔ شیر خدا، وصی حبیب کبریا، حضرت علی مرتضیٰؑ نے ہجرت کی رات اسی گھر آرام فرمایا۔ شق القمر کا معجزہ اس کے ساتھ ہی پہاڑی پر ظاہر ہوا۔ یہاں مسجد بلالؓ تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کو منہدم کر کے اس کی جگہ محل بنا دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی حضرت زید بن ارقمؓ کا گھر تھا جہاں اسلام کی ابتدائی تبلیغ ہوئی۔ یہ متبرک نشانات صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے ہیں۔ اب ان کی یادیں اہل دل کے سینوں میں باقی ہیں۔ اس صورت حال سے متاثر ہو کر اگلے روز یہ احساسات ایک نظم کی شکل میں ڈھل گئے۔ اس نظم کا ایک حصہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع کی زیارت کے بعد عنایت ہوا۔ یہ نظم ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کی تاریخ کے عنوان کے تحت لکھنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔

حضرت زید بن ارقمؓ کے گھر سے متصل محلہ بنی ہاشم اور شعب ابو طالبؓ کے مقامات ہیں۔ یہاں سے ہم جنت المعلیٰ میں حضرت عبد منافؓ، حضرت ہاشمؓ،

حضرت عبد المطلبؑ، حضرت ابو طالبؑ، حضرت خدیجہ الکبریٰؑ، حضرت قاسمؑ بن رسول خداؐ کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ ایسے مقامات پر زائرین کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے لہٰذا گروپ لیڈر نے دھیمے لہجے میں زیارات پڑھائیں اور مصائب بھی پڑھے۔ واپسی پر مسجد جن اور مسجد رائیہ کی زیارت کی۔

26 دسمبر 2004ء ...... کاروان عمار یاسر اجتماعی طور پر بس کے ذریعے عمارت **4110** سے روانہ ہوا۔ گروپ لیڈر نے غار ثور، مسجد نمرہ، جبل رحمت، جبل نور (غار حرا)، مسجد خیف، عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں تین شیاطین کی نشاندہی کی۔ رمی کی سہولت کے لئے شیاطین کو کئی گنا بڑا کر دیا گیا تھا۔ اس پہلو کے ساتھ ایک لمحۂ فکریہ بھی ابھرا کہ شیاطین بزرگ تر ہو گئے ہیں تو ان پر قابو پانے کے لئے ایمان کتنا مضبوط ہونا چاہیے۔ انہوں نے بتایا کہ مسجد کوثر (جہاں سورۂ کوثر نازل ہوا) اور مسجد نحر (حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کا مقام) کو مسمار کر دیا گیا ہے۔

نظم نذر قارئین:۔

نمائندۂ حق

مرے مولاؑ!
یہ دنیا کی سبھی اقوام کا
دستور ہے آقا!
کہ وہ اپنے ہر اک ہادی کی
ہر اک شے کو سینے سے لگاتی ہیں
اسے محفوظ کرتی ہیں
کہ آنے والی نسلیں اس کی عظمت کو دل و جاں میں اتاریں
اس سے سیرت کو سنواریں

اسے دنیا کی نظروں میں ابھاریں

مرے مولاؑ!

یہ کیا دیکھا ہے ہم نے

امن کے اس شہر مکہ میں

کہ جس میں خانۂ کعبہ منور ہے

ہدایت کا جو محور ہے

کہ جس کے ساتھ تھا بیت الشرف تیرا

وہ جس میں حضرت جبریلؑ آتے تھے

خدائے لم یزل کا دائمی پیغام لاتے تھے

اسی کے ساتھ

تیرے اک اشارے نے

قمر دو ٹکڑے کر ڈالا

وہیں مسجد بنی آخر

وہ مسجد جو بلالی تھی

وہ کتنی شان والی تھی

وہ اتنی عظمتوں کا ایک عالی شان مجموعہ

نجانے اب دکھائی کیوں نہیں دیتا

اسے کن سنگدل لوگوں نے یوں مسمار کر ڈالا

کہ اب اس کا نشاں تک بھی نہیں ملتا

نشاں کیسے ملے

اب تو وہاں اک محل ہے

جو آسمان سے باتیں کرتا ہے
ترے مولد کا نقشہ تک بدل ڈالا
مرے مولاؑ!
عداوت کا کوئی دستور ہوتا ہے
مگر یہ دشمنی
جو تیری عترت سے ہوئی ان کو
ہماری عقل کو حیران کرتی ہے
تری عترت کی قبروں پر
کوئی کتبہ کہاں ڈھونڈیں
کہ پتھر بھی وہاں سالم نہیں ملتا
وہ ویرانی کہ جس کو دیکھ کر
ہر چاہنے والے کے سینے سے
سرشک خوں ابلتے ہیں
جہانِ درد اٹھتا ہے
جو سیل اشک بن کر
تارِ مژگاں سے اچھلتا ہے
مگر بے درد لوگوں کو دکھائی کچھ نہیں دیتا
سنائی کچھ نہیں دیتا
مرے آقاؑ!
مجھے محسوس ہوتا ہے
کوئی ان دیکھا خوف ان کو سدا بے چین رکھتا ہے

مجھے محسوس ہوتا ہے
یزید عصر پر مظلومیت کی ضرب پڑنے میں
زیادہ دن نہیں باقی
حبیب کبریا مولاؐ!
تری تو ہر دعا منظور ہوتی ہے
سو تیری خدمت اقدس میں ہم فریاد کرتے ہیں
خدا کی آخری حجت کی خاطر اک دعا کر دے

دعا
اس کے ظہور منتظر کے واسطے مولاؐ
جو تیرا آخری بیٹا محمدؑ ہے
وہ آئے اور حرم میں نعرۂ تکبیر گونج اٹھے
وہ آئے اور ہر ظالم کو بتلا دے
خدا کا وعدہ و پیمان سچا ہے
سو دنیا والو!
اب دیکھو
کہ باطل مٹنے والا ہے
اللہ العالمیں کے دین حق کا بول بالا ہے

27 دسمبر 2004ء ...... مسجد تنعیم سے عمرے کی نیت سے احرام باندھ کر گروپ لیڈر کی قیادت میں اجتماعی طور پر عمرہ ادا کیا۔

ایسا بھی ہوتا ہے

30 دسمبر 2004ء ...... طواف کے دوران میں محترم حجاج کی بیلٹ سے پیسے نکالنے کے لئے بلیڈ سے حملہ کرکے ان کے پیٹ کو زخمی کردینے کے واقعات سنے تھے۔ علاوہ ازیں نوسربازی کے واقعات بھی سننے میں آئے تھے۔ مصنف کو بھی کچھ ایسی ہی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ چار آدمیوں نے لٹ جانے کے بہانے مصنف سے پیسوں کا سوال کیا۔ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ مصنف کو سرمایہ دار شخص سمجھتے تھے یا سادہ لوح۔ مذکورہ تاریخ کی ایک آپ بیتی بیان کرنا بے جا نہ ہوگا تاکہ آئندہ کے عازمین حج ہوشیار رہیں۔ مقام ابراہیمؑ کے سامنے قضا نمازوں کی ادائگی کے سلسلے میں بارگاہِ رب العزت میں حاضر تھا۔ پرس اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ اچانک شلوار قمیض میں ملبوس نوجوان جو وضع قطع سے ہم وطن دکھائی دیتا تھا، بڑی پھرتی اور نہایت اطمینان کے ساتھ پرس لے اڑا۔ ان دنوں حجاج کی تعداد نسبتاً کم تھی۔ بچانے والے کے کرم سے مصنف اس کے پیچھے ہولیا اور اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہی تھے کہ وہ طمانیت کے ساتھ پرس پھینک کر آگے نکل گیا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ پرس میں بھاری رقم ہوگی جس سے اس کے دن پھر جائیں گے۔ پرس کھولتا تو دن کیا پھرتے البتہ اس میں رکھے ہوئے اثاثے کو دیکھ کر اس کا دماغ پھر جاتا۔ مصنف تو حیرانی سے نہ بچ سکا، اچھا ہوا کہ وہ پشیمانی سے بچ گیا۔

اس روز نمازِ مغربین کے بعد عمارت 4113 کی آخری منزل پر گروپ لیڈر نے حدیث کساء اور دعائے کمیل زبانی پڑھی نیز مؤثر انداز میں مصائب بیان کئے۔ حاضرین جہاں اس باسعادت محفل سے مستفید ہوئے وہاں انہوں نے خاص طور پر گروپ لیڈر کی محنت اور لگن کو بھی داد دی۔

تو میرا شوق دیکھ

3 جنوری 2005ء ...... گروپ لیڈر نے عمارت 4110 میں مجلس عزاء سے خطاب کیا۔ یوں تو تقریباً کاروان میں شامل سب خواتین و حضرات نے حسب توفیق مجالس عزا کے لئے نیاز پیش کی مگر اس کار خیر میں امجد حسین، محمد سبطین اور اقبال حسین نے اہل ثروت ہونے کے ساتھ دریا دلی کا بھی ثبوت دیا اور دل کھول کر نیاز کا اہتمام کرتے رہے۔ خالق کائنات ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ مجموعی طور پر اس گروپ کی باہمی ہمدردی کے ثبوت کے طور پر گروپ لیڈر کا یہ جملہ کافی ہے کہ اس سے پیشتر آنے والے کاروانوں کا مجھے خیال رکھنا پڑتا تھا جبکہ یہ کاروان میرا خیال رکھتا ہے۔

کیسے کوئی بتائے

6 جنوری 2005ء ...... سوا دو بجے شب مکۂ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی ہوئی۔ کاروان کے کچھ خواتین و حضرات ہم سے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں بھی ہمارا کاروان تین عمارتوں دار الربیع، زعفرانی اور پاکستان ہاؤس میں منقسم تھا۔ ہمیں اس سفر میں بھی عجیب وغریب واقعات پیش آئے۔ چلتے ساتھ ہی ہماری بس کے ڈرائیور نے کسی کی گاڑی کا بمپر توڑ دیا۔ ایک گھنٹہ بحث وتکرار ہوتی رہی۔ خدا خدا کر کے گلو خلاصی ہوئی۔ مدینۂ منورہ کے راستے میں اونٹوں کے گلے نظر آئے جن کے چرواہے پجارو میں سوار اپنے اپنے گلّے کو ہانک رہے تھے۔ واہ رے تیل کی دولت کے کرشمے، سفید اونٹ بھی پہلی مرتبہ دیکھے۔ راستے میں ایک ہوٹل پر رکے مگر کھانے کو کچھ نہ ملا۔ خشک میوے اور پھل پر گزارہ کیا۔

بس ناسازئ طبع کی وجہ سے کانپتے کانپتے چل رہی تھی، اچانک خرابئ صحت

کی بنا پر ہانپتے ہانپتے رک گئی۔ بے خوابی، تھکاوٹ، بھوک اور منزل پر پہنچنے کی بے یقینی۔ کہولت میں پیشاب بھی زیادہ تنگ کرتا ہے۔ مصنف طہارت کے لئے پانی کا تھوڑا بہت انتظام کر کے بس سے نیچے اترا تو گروپ لیڈر نے سمجھایا کہ یہاں زہریلے سانپ ہوتے ہیں، دور مت جایئے گا۔ پیٹ کے زہر کا دباؤ اور سانپ کے زہر سے بچاؤ۔ خدا خیر کرے۔ کافی انتظار کے بعد دوسری بس آئی تو ہماری بے بسی کو قدرے اطمینان نصیب ہوا۔ مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ تین سو پانچ کلومیٹر فاصلہ جو عموماً ساڑھے پانچ گھنٹوں میں طے ہوتا ہے، گیارہ گھنٹوں میں طے ہوا۔ مسجد نبویؐ کے جگمگاتے مینار دور سے نظر آئے۔ قلب و نظر روح پرور منظر میں کھو گئے۔ بے ساختہ لبوں پر درود و سلام جاری ہوا۔ ڈھائی بجے دار الربیع پہنچے۔ یہ ہوٹل مسجد مباہلہ (یہ مسجد اس مقام پر تعمیر ہوئی جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصرانیوں سے مباہلہ طے فرمایا تھا۔ مسجد کا نام بعد میں مسجد اجابہ رکھ دیا گیا) کے قریب واقع تھا۔ ہم چھ ساتھی ایک کمرے میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں گیارہ افراد کے لئے ایک واش روم تھا، بہت دقت ہوئی۔

گروپ لیڈر نے اذان کے وقت ہمیں جگایا۔ مسجد نبویؐ میں نماز شکر اور نماز زیارت ادا کی۔ فریضہ سحری سے فارغ ہوئے۔ گروپ لیڈر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس، جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے حجرے، باب فاطمہؑ (حال باب النساء)، باب جبرئیلؑ، آپؐ کے منبر و محراب، ریاض الجنہ، مقام اذان بلالؓ، اصحاب صفہ کے چبوترے، اسطوانۂ حنانہ، اسطوانۂ حرس، اسطوانہ سریر، اسطوانۂ وفود کے بارے میں مفید معلومات فراہم کیں۔

7 جنوری 2005ء ...... جنت البقیع میں خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، شہزادہ سبز قبا حضرت امام حسن مجتبیٰؑ، حضرت امام علی زین العابدین

سید الساجدینؑ، حضرت امام محمد باقرؑ، حضرت امام جعفر صادقؑ، حضرت عباس بن حضرت عبد المطلب علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کی۔ حضرت ام البنینؑ، حضرت صفیہؑ، حضرت عاتکہؑ، حضرت عقیلؑ، حضرت عبد اللہ بن جعفر طیارؑ، حضرت ابراہیم بن حضرت محمد مصطفیٰؐ، حضرت حلیمہ سعدیہؓ، امہات المومنین، شہدائے احد، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ کے مزار بھی اسی قبرستان میں ہیں۔

مصنف اور اس کے دو ساتھی سید نیر حسن نقوی اور سید محمد عقیل شاہ باب السلام کے راستے مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ آپؐ کی بارگاہِ بے کس پناہ سے نعت کی خیرات ملی۔ اس نعت کا مقطع اگلے دن مسجد نبویؐ کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے عطا ہوا۔

نعت

کیسے کوئی بتائے خزینہ حضورؐ کا
قرآن کا مطاف ہے سینہ حضورؐ کا

قسمیں اٹھائیں شہر نبیؐ کی کلام میں
خالق کو ایسا بھایا قرینہ حضورؐ کا

تا حشر رحمتیں نہ ہوں کیوں اس کے ساتھ ساتھ
وہ جس کا دل بنا ہے مدینہ حضورؐ کا

ہاں، اس سے ہو تمسکِ دائم یہ شرط ہے
جنت کا راستہ ہے سفینہ حضورؐ کا

خاورؔ پہ کیسے کیسے کرم ہیں حضورؐ کے
بندہ اگرچہ ہے یہ کمینہ، حضورؐ کا

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کی صدا

8 جنوری 2005ء ...... مجلس عزاء کے پروگرام کے تحت عمارت زعفرانی کی جانب جا رہے تھے کہ راستے میں گروپ لیڈر نے مسجد نبویؐ کے ساتھ واقع سقیفہ بنی ساعدہ کی نشاندہی کی۔ اس مقام پر ایک عجائب گھر تعمیر کیا جا رہا تھا۔ انہوں نے مسجد نبویؐ سے کچھ فاصلے پر واقع مسجد علیؑ کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ انہوں نے بتایا کہ آپؑ اپنے زمانہ سکوت میں جب حالات و واقعات کی بے ترتیبی اور دگرگونی سے بہت غمگین ہو جاتے تو اس مقام پر گوشہ عزلت میں عبادت کرتے تھے۔ اس جگہ یہ مسجد تعمیر ہوئی جسے مسجد علیؑ کا نام دیا گیا۔ مسجد مقفل تھی۔ حیرت ہوئی کہ مسجد تو خانۂ خدا ہوتی ہے اسے آباد کرنے کا حکم ہے۔ جس مسجد کو غیر آباد رکھا گیا وہ روزِ محشر خالق کے حضور فریاد کرے گی۔ مسجد علیؑ کی ویرانی لمحۂ فکریہ ہے۔ کیا یہ امیر المومنین علیہ السلام کی بابت دلوں کی کدورت کا تسلسل تو نہیں؟

اگر اس سوال کا جواب یہ دیا جائے کہ یہ مسجد مسجد نبویؐ کے قریب ہے اور مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔ اسے اس لیے مقفل کر دیا گیا کہ مسجد نبویؐ میں اجتماعیت کے ساتھ نماز ادا کی جائے مگر مسجد اجابہ بھی تو مسجد نبویؐ سے زیادہ دور نہیں۔ وہاں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ مسجد نبویؐ کے قرب و جوار میں دیگر مساجد میں بھی آس پاس رہنے والے لوگ اور دکاندار نماز پڑھتے ہیں۔ پھر فقط اسی مسجد کو کیوں بند رکھا گیا۔ یہ المناک صورت حال ایک نظم میں ڈھل گئی۔ مناسب معلوم ہوا کہ شہنشاہ فصاحت و بلاغت کی اس عنایت میں قارئین کو شریک کیا جائے۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ

سبب اس کا ہے کیا مولاؑ!

نبیؐ کے شہر میں صرف ایک ہی مسجد مقفل ہے

وہ مسجد جس کی نسبت ہے

ترے نام گرامی سے مرے آقاؑ!

سنا تھا ہم نے

مسجد تو خدا کا گھر ہوا کرتی ہے یا مولاؑ!

اگر وہ گھر خدا کا ہے

تو پھر اس میں اذان تک کیوں نہیں ہوتی

کہیں یہ تو نہیں

ان کو یہ خدشہ ہو

کسی کے کان میں

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کی صدا

پھر سے نہ گونج اٹھے

وہ مسجد دیکھ کر

مجھ کو تو یوں محسوس ہوتا ہے

ابھی تک تیری حکمت سے

ابھی تک تیرے خطبوں کی بلاغت سے

ابھی تک تیرے لہجے کی فصاحت سے

ابھی تک تیری سچائی کی ہیبت سے

ابھی تک ذوالفقار بے بدل کی ضرب قدرت سے

زمانے کے کبھی مرحب، کبھی عنتر

لڑتے ہیں

اس روز گروپ لیڈر نے مجلس عزاء سے خطاب کیا۔ مصنف نے امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہُ الشریف کی بارگاہ میں اپنی نظم ''امام منتظرؑ'' کا نذرانہ پیش کیا۔

یثرب سے مدینۂ منورہ

9 جنوری 2005ء ...... گروپ لیڈر نے عمارت زعفرانی میں مجلس عزا سے خطاب کیا۔ مومنین کی فرمائش پر انہوں نے مدینۂ منورہ کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالی اور یثرب سے مدینۂ منورہ کے تشکیلاتی ادوار کو اجاگر کیا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ، بابل کی قدیم تہذیب اور مدینۂ منورہ کے بارے میں تہذیبی و تاریخی حوالوں سے محققانہ اور عالمانہ گفتگو کرتے ہوئے اشاعت اسلام کے ابتدائی دور کو مؤثر انداز میں پیش کیا۔

ستیزہ کار رہا ہے

10 جنوری 2005ء ...... پونے آٹھ بجے دن اجتماعی طور پر زیارات کے سلسلے میں روانہ ہوئے۔ گروپ لیڈر نے احد کے مقام پر نہ صرف حضرت حمزہؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت حنظلہؓ کے مزارات پر زیارات پڑھائیں بلکہ انہوں نے ان عظیم مجاہدوں کے بارے میں وقیع معلومات بھی فراہم کیں۔ مسجد ذو قبلتین میں نماز تحیہ ادا کی۔ غزوۂ خندق کا مقام دیکھا۔ اس علاقے میں سات مسجدیں تعمیر ہوئیں جنہیں سبعہ مساجد کا نام دیا گیا۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے نام سے منسوب مسجد منہدم کر دی گئی۔ مسجد حضرت فاطمہ زہراؑ کی صرف چار دیواری باقی رہ گئی

ہے۔ اس مسجد کا دروازہ اینٹوں سے چن دیا گیا ہے۔ مسجد حضرت سلمان فارسیؓ اور مسجد فتح باقی ہیں۔ مسجد فتح کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ یہیں آپ کو غزوۂ خندق کی فتح کی خبر ملی۔ موجود مساجد کے اندر اور مسجد خاتونِ جنتؑ کی دیوار کے ساتھ نماز تحیہ مسجد ادا کی۔ گروپ لیڈر نے بتایا کہ مسجد فضیخ میں حرمت شراب کی آیت نازل ہوئی۔ اس میں مومنین با جماعت نماز ادا کرتے تھے۔ اسے مسمار کر دیا گیا ہے۔ مسجد جمعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب سے پہلی نماز جمعہ پڑھائی۔

اسلام کی اولین مسجد، مسجد قبا میں نماز ظہرین ادا کی۔ جناب سیدہ اور امام زین العابدین سید الساجدین علیہم السلام کا بیت الحزن دور سے دیکھا۔ ڈرائیور کا بیان تھا کہ ایک دفعہ اس کا بھائی ایک قافلے کو بیت الحزن کے قریب لے گیا جس کی وجہ سے ابھی تک جیل میں ہے۔ مسجد رد الشمس کو بھی فاصلے سے دیکھا۔ اس مسجد کو بھی منہدم کر دیا گیا ہے۔ کچھ آثار باقی ہیں۔ مشربۂ ام ابراہیمؑ کی زیارت کی۔ اس مقام پر حضرت ابراہیمؑ ابن رسول اللہؐ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ قبطیہ اور حضرت امام علی رضاؑ کی والدۂ طاہرہ حضرت نجمہ خاتونؑ آسودۂ خاک ہیں۔ آیت اللہ شیخ عامری کا مدرسہ اور کھجوروں کا باغ اسی علاقے میں واقع ہے۔ یہ مومنین کا محلہ ہے۔ مومنین کو کھجور کی کاشت کی وجہ سے نخولی کہتے ہیں۔ گروپ لیڈر نے بتایا کہ ایک مرتبہ انہیں مدینہ منورہ سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ کھجوریں سوکھ گئیں اور جہاں وہ جلا وطن کیے گئے وہاں سے تیل نکل آیا۔ لہٰذا انہیں واپس بلا لیا گیا۔

صادق آل محمد حضرت امام جعفر صادقؑ کے مدرسے کی زیارت کی۔ اس درس گاہ سے مختلف علوم کے چشمے پھوٹے اور آپؑ کے حلقۂ درس میں شامل ہونے والوں میں سے نابغۂ روزگار شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ اب مدرسے کی صرف

دیواریں ہیں۔ آپؑ کے دو کمسن بچوں کے مزارات کے نشانات مٹا دیئے گئے ہیں۔

فکر و نظر

11 جنوری 2005ء ...... بعثۂ آیت اللہ خامنہ ای میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کی مناسبت سے مجلس میں حاضر ہوئے۔ آیت اللہ نوری ہمدانی نے فکر انگیز خطاب کیا۔ بعد ازیں ہمارے کاروان کے حضرات و خواتین کے لئے الگ الگ علمائے کرام کے مواعظ حسنہ کا اہتمام کیا گیا۔ آیت اللہ صابری ہمدانی نے مکتب تشیع کی فضیلت و انفرادیات کو عام فہم اور دل نشین انداز میں بیان کیا۔ انہوں نے جناب سیدہؑ اور جناب زینب عالیہؑ کے مصائب اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی اولاد امجاد کی مظلومیت کے واقعات کو پُر درد پیرائے میں پیش کیا۔

اک معما ہے

12 جنوری 2005ء ...... عمارت زعفرانی میں گروپ لیڈر نے مجلس پڑھی۔ بعد از نماز عشاء مصنف نے ان کی معیت میں ریاض الجنہ کی زیارت کی۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محراب کے سامنے آپ کی نماز زیارت ادا کی۔ روضۂ اقدس کو قریب سے دیکھنے کا شرف نصیب ہوا۔ آپ کی زیارت پڑھنے یا روضے کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنے کو شرک و بدعت سمجھا جاتا ہے اور پہریدار اس سے روکنے کے لئے ہمہ وقت چوکس رہتے ہیں۔ ایک معما ابھی تک حل نہیں ہو سکا کہ صفائی تو سنت ہے۔ رسول کریمؐ نے اسے نصف ایمان قرار دیا ہے۔ حیرت ہوئی کہ سارے عالم کو چراغ حق سے روشن کرنے والے کے روضۂ اطہر کو تاریک کیوں رکھا گیا تھا۔ بے چہرگی کو چہرہ عطا کرنے والے اور بے رخی کو قبلہ رخ کرنے والے کی

آخری آرام گاہ کی بابت اتنی بے حسی کیوں روا رکھی گئی۔ جہاں واش روم چمکا کر رکھے گئے تھے وہاں اس مقدس مقام پر کاغذوں کے ٹکڑے کیوں بکھرے ہوئے تھے۔ کیا منتظمین کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وہ روضے کے اندرونی حصے کو صاف کر دیتے۔ آخر یہ سب کچھ کس مصلحت کے تحت تھا۔ یہ افسوس ناک منظر دیکھ کر طبیعت سخت مکدر ہوئی۔

اک معما ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

معمولی میں غیر معمولی

13 جنوری 2005ء ...... بعض واقعات بظاہر معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں مگر غور کیا جائے تو ان میں حکمت کا کوئی نہ کوئی پہلو اور کرم کا کوئی رنگ ہوتا ہے۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد گروپ لیڈر اور مصنف اپنی قیام گاہ کی طرف آرہے تھے کہ ایک دکاندار نے آواز دی۔ یہ دو بیگ کم قیمت پر لیتے جائیے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ کسی علاقے سے کاروبار کرنے آیا تھا اور اب اسے سمیٹ کر واپس جانا چاہتا تھا۔ ہمیں واقعی بیگ کی ضرورت تھی۔ اگر ہم قصداً خریداری کے لئے جاتے تو شاید ہمیں اتنی کم قیمت میں نہ ملتے۔ ایک سو بیس ریال کے بیگ ہمیں پچاس ریال میں مل گئے۔ احباب کو بتایا تو انہیں حیرت ہوئی۔

گروپ لیڈر نے عمارت زعفرانی میں مجلس عزا سے خطاب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نماز عشاء کے بعد جنت البقیع میں مدفون پانچ معصومین علیہم السلام کی نماز زیارت مسجد نبویؐ میں ادا کی۔

☆☆☆☆☆

اک بار پھر چلے

14 جنوری 2005ء ...... جنت البقیع میں الوداعی زیارت کی۔ مسجد نبویؐ میں پانچ معصومینؑ (جن کے مقدس مزارات جنت البقیع میں ہیں) کی نماز زیارت اور اس قبرستان میں مدفون دیگر برگزیدہ ہستیوں کی نماز ہدیہ زیارت ادا کی۔

چھ بجے شام مدینۂ منورہ سے مکۂ مکرمہ کے لئے بس کے ذریعے روانگی ہوئی۔ مسجد شجرہ سے عمرۂ تمتع حجۃ الاسلام کے لئے احرام باندھا۔ ڈھائی بجے رات مکۂ مکرمہ پہنچے۔ حجاج کرام کے ازدحام کی وجہ سے ہوٹل کا راستہ بند تھا۔ ہینڈ بیگ اٹھائے اور قیام گاہ پہنچے۔ بقیہ سامان نو بجے دن پہنچایا گیا۔

رہرو در ماندہ پر ایسا کرم

15 جنوری 2005ء ...... چند باہمت احباب نے گروپ لیڈر کی قیادت میں عمرۂ تمتع حجۃ الاسلام ادا کیا۔ دیگر خواتین و حضرات تھکاوٹ کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دے سکے۔ مصنف بھی درماندگان میں شامل تھا۔ کچھ افراد نے اس روز پاکستان سے آ کر گروپ لیڈر کی رہنمائی میں عمرہ ادا کرنا تھا۔ مصنف نے سوچا ان میں شامل ہو جائے گا۔ وہ نو بجے رات تک نہ پہنچے تو گروپ لیڈر نے بکمال مہربانی مصنف کی رہنمائی کی اور خالق کے فضل و کرم سے انتہائی رش کے باوجود ایک گھنٹہ پینتیس منٹ میں عمرہ ادا کیا۔ عام طور پر عمرے کی ادائیگی کے لئے دو ڈھائی گھنٹے چاہئیں۔ ہمارے کاروان میں یہ شاید سب سے کم وقت میں ادا ہونے والا عمرہ تھا۔ ہمارے گروپ لیڈر کو پانچویں حج کی سعادت نصیب ہو رہی تھی۔ ان کے لئے بھی اتنے کم وقت میں اس فریضے کی ادائیگی تعجب کا باعث بنی اور انہوں نے بارہا احباب سے اس کا تذکرہ کیا۔ رب کریم جب چاہتا ہے رہرو درماندہ کی حرکت میں برکت اور

صدا میں ہوا کی تاثیر رکھ دیتا ہے۔

جہاں اور بھی ہیں

16 جنوری 2005ء ...... فدا علی شگری، مرزا محمد ارتضٰی، نیر حسن نقوی، رزاق حسین جعفری اور مصنف نے گروپ لیڈر کی معیت میں معاہدۂ آیت اللہ خامنہ ای میں ایک سیمینار میں شرکت کی۔ مسلمان ممالک سے آئے ہوئے علماء اور دانشوروں نے عربی، فارسی، انڈونیشی، ترکی اور انگریزی میں حاضرین سے خطاب کیا۔ ان خطابات میں وقیع علمی نکات اور حالات حاضرہ پر فکر انگیز خیالات سننے کا موقع ملا۔ دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔ کھانے کا اہتمام بڑی نفاست سے کیا گیا تھا۔

یوم عرفہ کے سلسلے سے مشعر الحرام تک

18 جنوری 2005ء ...... ایک ہلکے بیگ میں ضروری سامان رکھ کر میدان عرفات میں وقوف کا مرحلہ آن پہنچا۔ ہوٹل کے منیجر نے صاف کہہ دیا کہ ہوٹل کی انتظامیہ، نقدی کی چوری کی ذمہ دار نہیں ہوگی۔ چنانچہ گروپ لیڈر کے پاس پیسے جمع کرائے گئے۔ انہوں نے وہ امانتیں مطوف مکتب کے پاس جمع کرا دیں۔

حرم پاک میں ساڑھے چار بجے سہ پہر مقام ابراہیمؑ کے پاس حج تمتع کی نیت کی۔ دس بجے شب بس کے ذریعے عرفات روانگی ہوئی۔ رات تقریباً بارہ بجے عرفات پہنچے۔ خواتین و حضرات اپنے مخصوص خیمے میں چٹائیاں بچھا کر محو استراحت ہوئے۔

19 جنوری 2005ء ...... سید الشہداء کی دعا، دعائے حضرت امام حسینؑ (میدانِ عرفات میں) کا مطالعہ کیا۔ یہ دعا، دعائے روزِ عرفہ کے نام

سے بھی مشہور ہے۔ یہ دعا آپؑ نے میدانِ عرفات میں لوگوں کے اجتماع میں پڑھی تھی۔ معرفت و حکمت سے منور آپؑ کے ایک ایک جملے کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ نورانی اور ایمان افروز جملہ نظر نواز ہوا:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ غِنَایَ فِیْ نَفْسِیْ وَ الْیَقِیْنَ فِیْ قَلْبِیْ﴾

بارِ الٰہا میرے نفس کو غنی بنا دے اور میرے دل میں یقین پیدا کر دے۔

اس موقع پر کریم کربلا سے اس قطعے کی خیرات ملی:

فہم دین مبین

ہے یہ التجا مرے لم یزل مجھے فہم دین مبین دے
وہ جو ایک سجدے سے کھل اٹھے مجھے ایسا داغ جبین دے
ہیں جو یومِ عرفہ کے سلسلے مجھے ان سے کوئی کڑی ملے
مرا نفس، نفس غنی بنے، مرے دل کو سرِ یقین دے

زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک ہمارا کاروان مولانا فیض علی کرپالوی کے کاروان محمدیہ کے ساتھ رہا۔ ہمارے گروپ لیڈر اور مولانا فیض علی کرپالوی نے مؤثر مواعظ حسنہ بیان کئے اور مصائب بھی پڑھے۔ مولانا فیض علی کرپالوی نے لفظ ''عرفات'' کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ عرفات کا مطلب ہے ''معرفت کی جگہ'' یہاں ہر فرد کو خالق، نفس، امام زمانہؑ، واجبات اور گناہوں کی معرفت حاصل کرنی چاہیئے۔ نماز ظہرین مولانا فیض علی کرپالوی کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ دعائے توسل کا ایک حصہ گروپ لیڈر اور دوسرا مولانا فیض علی کرپالوی نے پڑھا۔ دعائے روزِ عرفہ گروپ لیڈر نے پڑھی۔

آٹھ بجے بس کے ذریعے عرفات سے روانہ ہوئے۔ بس یوں سمجھئے کہ بس

کے ساتھ بس جُڑی ہوئی تھی۔ تیرہ کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے ساڑھے گیارہ بجے رات مزدلفہ (مشعر الحرام) پہنچے۔ رمی کے لئے کنکریاں اکٹھی کیں۔ ہوا بھرے تکیوں پر سر رکھ کر کھلے آسمان کے نیچے اپنی اپنی چٹائی پر لیٹ گئے۔

نفس امارہ کو گر مارا

20 جنوری **2005**ء ...... وقت طلوع آفتاب، کوئی سوا سات بجے کا عمل تھا کہ مشعر الحرام سے پیدل روانہ ہوئے اور سوا دس بجے مِنٰی میں پہنچے۔ اپنے خیمے میں آدھا گھنٹہ آرام کرنے کے بعد رمی کے لئے چل دیئے۔ تا حد نظر حجاج کرام کا سیلاب امڈا ہوا تھا۔ جمرۂ عقبٰی (بڑے شیطان) کو کنکریاں ماریں۔ ساڑھے گیارہ بجے خیمے میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ہمارے خیمے پر کسی اور کاروان کے حاجی قابض ہو کر بڑے اطمینان سے پاؤں پسارے سو رہے تھے۔ ان کے ساتھ خواتین تھیں جنہیں انہوں نے ساتھ والے خیمے میں ٹھہرایا ہوا تھا۔ دراصل ان چودہ افراد کو ایک ہی خیمہ الاٹ ہوا تھا لیکن ان کے گروپ لیڈر کے خیال کے مطابق ان کا ایک خیمے میں سونا خلاف شریعت تھا۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آئی کہ کسی کو اذیت دینا کون سی شریعت میں جائز تھا۔ ہم نے ان کی بہتیری منت سماجت کی مگر بے سود۔ مکتب کے کارندوں نے بھی انہیں بہت سمجھایا، احرام کے تقدس کا حوالہ دیا، حج کے احترام پر گفتگو کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ہم تھکن سے چور بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک صاحب کو ہمارا بیٹھنا بھی ناگوار گزرا۔ انہوں نے کہا، اپنا سامان باہر لے جاؤ۔ تب قرآن حکیم کی اس آیۂ مقدسہ کی حکمت پوری طرح کھل گئی۔

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ
فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ﴾

کے ساتھ بس جڑی ہوئی تھی۔ تیرہ کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ساڑھے گیارہ بجے رات مزدلفہ (مشعر الحرام) پہنچے۔ رمی کے لئے کنکریاں اکٹھی کیں۔ ہوا بھرے تکیوں پر سر رکھ کر کھلے آسمان کے نیچے اپنی اپنی چٹائی پر لیٹ گئے۔ www.kitabmart.in

نفس امارہ کو گر مارا

20 جنوری **2005**ء ...... وقت طلوع آفتاب، کوئی سوا سات بجے کا عمل تھا کہ مشعر الحرام سے پیدل روانہ ہوئے اور سوا دس بجے منٰی میں پہنچے۔ اپنے خیمے میں آدھا گھنٹہ آرام کرنے کے بعد رمی کے لئے چل دیئے۔ تا حد نظر حجاج کرام کا سیلاب امڈا ہوا تھا۔ جمرۂ عقبیٰ (بڑے شیطان) کو کنکریاں ماریں۔ ساڑھے گیارہ بجے خیمے میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ہمارے خیمے پر کسی اور کاروان کے حاجی قابض ہو کر بڑے اطمینان سے پاؤں پسارے سو رہے تھے۔ ان کے ساتھ خواتین تھیں جنہیں انہوں نے ساتھ والے خیمے میں ٹھہرایا ہوا تھا۔ دراصل ان چودہ افراد کو ایک ہی خیمہ الاٹ ہوا تھا لیکن ان کے گروپ لیڈر کے خیال کے مطابق ان کا ایک خیمے میں سونا خلاف شریعت تھا۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آئی کہ کسی کو اذیت دینا کون سی شریعت میں جائز تھا۔ ہم نے ان کی بہتیری منت سماجت کی مگر بے سود۔ مکتب کے کارندوں نے بھی انہیں بہت سمجھایا، احرام کے تقدس کا حوالہ دیا، حج کے احترام پر گفتگو کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ہم تھکن سے چور بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک صاحب کو ہمارا بیٹھنا بھی ناگوار گزرا۔ انہوں نے کہا، اپنا سامان باہر لے جاؤ۔ تب قرآن حکیم کی اس آیۂ مقدسہ کی حکمت پوری طرح کھل گئی۔

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ
فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ﴾

ہو کر لیٹ گئے۔ ہم بھی سونے (شب بسری) کی نیت کر کے دوسری سمت کمر سیدھی کرنے کے لئے دراز ہوئے۔

21 جنوری 2005ء ...... جمرۂ صغریٰ (چھوٹا شیطان) جمرۂ وسطیٰ (درمیانہ شیطان) اور جمرۂ کبریٰ (بڑا شیطان) کو رمی کی۔ اس روز رش قدرے کم تھا لہٰذا سہولت کے ساتھ شیاطین کو کنکریاں مارنے کا عمل سرانجام پایا۔ ساڑھے نو بجے خیمے سے نکلے تھے اور ساڑھے گیارہ بجے واپس پہنچ گئے۔

نمازِ مغربین کے بعد آغا محمد شفا نجفی خطیب مسجد امام الصادقؑ اسلام آباد نے فکر انگیز خطاب کیا اور مؤثر مصائب پڑھے۔ اس مجلس کا اہتمام بطور خاص مرزا محمد ارتضیٰ اور فدا علی شگری نے کیا تھا۔ اس رات مولانا صادق حسن کا بصیرت افروز بیان سننے کا موقع ملا۔ پونے بارہ بجے خیمے میں واپسی ہوئی۔

دُرِ ناسفتہ کا پیغام

22 جنوری 2005ء ...... نو بجے دن رمی کے لئے خیمے سے روانہ ہوئے۔ درمیانہ رش تھا۔ حسب ترتیب رمی کی۔ گیارہ بجے خیمے میں پہنچے۔ بقیہ کنکریوں کو خیمے میں دفن کیا۔

بعد زوال ساڑھے بارہ بجے مکۂ مکرمہ کے لئے روانہ ہونے کا پروگرام تھا مگر بوجوہ وقت پر روانگی نہ ہو سکی۔ ڈیڑھ بجے پیدل روانگی ہوئی۔ کچھ ساتھیوں نے گاڑی کا سہارا لیا۔ ہمارا کاروان چلا تو ایک ساتھ تھا مگر راستے میں تین حصوں میں بٹ گیا۔ حجاز مقدس میں بارش کبھی کبھار ہوتی ہے۔ اس روز صبح ہی سے دُرِ ناسفتہ برس رہے تھے۔ راستے میں ایک گھنٹہ طوفانی بارش ہوتی رہی۔ ابر رحمت ہمارے سروں پر برسا اور موسلا دھار برسا۔ پروردگار نے دکھا دیا کہ اگر اس علاقے کو بارش کم دیتا ہے تو

اس کی حکمت، ورنہ اس کے خزانے میں کمی نہیں۔ پہاڑوں سے بہتے ہوئے پانی کے تیز دھارے سے سڑکوں پر چلنا محال تھا۔ پاؤں اکھڑے جا رہے تھے۔ گاڑیاں سڑکوں کے کنارے ساکت ہوگئیں۔ ہم متحرک رہے۔ یہاں تک کہ بعض افراد نے پل کے نیچے اور کچھ نے پلازوں کے سامنے اوٹ میں پناہ لی۔ بہر صورت سر سے پاؤں تک سامان سمیت خوب بھیگے۔ اس طرح خالق نے ایک یادگار سفر کو عمر بھر کا ہم سفر بنا دیا۔
ہمارے قافلے کے کچھ احباب پانچ بجے، کچھ چھ بجے اور بعض ساڑھے چھ بجے اپنی اپنی قیام گاہ پہنچے۔ البتہ گاڑی سے آنے والوں کی رسائی رات ساڑھے گیارہ بجے ہوئی۔ اس سفر میں ہمارے کاروان کے سب افراد اللہ تعالیٰ کے کرم سے صحیح و سالم اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ دیگر قافلوں کے کچھ لوگ سرنگ میں سفر کر رہے تھے، پانی کے تیز ریلے کی زد میں آ کر ان میں سے بعض دار فانی سے چل بسے۔

قیام منیٰ ...... ایک تأثر

قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى﴾

اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (۱)

اس آیہ کریمہ کی روشنی میں ویسے تو سب عبادات کی حکمت واضح ہوتی ہے لیکن خاص طور پر حج کی جسمانی مشقت کا پہلو کھل کر سامنے آتا ہے۔ یہ ریاضت طلب عبادت محشر کی صعوبت کے لئے ایک مقدمہ ہی تو ہے۔ اس کی تربیت دی جا رہی ہے کہ یہیں سے اسی بات کو پلے باندھ لینا چاہیئے کہ اس راہ حق میں جو بھی

---

(۱) القرآن الحکیم، الانعام، آیت ۱۶۴

تکلیف ہو اسے خود برداشت کرنا ہوگا۔ اپنے نفس کو مشقت و ریاضت کا عادی بنانا ہوگا۔ تاکہ راہِ خیر میں ہر مشکل گھڑی کا مقابلہ عزم و ہمت کے ساتھ کرنے کا ملکہ پیدا ہو اور اخروی زندگی میں اپنے خالق و مالک کے حضور سرخروئی اور اس کی خوشنودی کی منزل نصیب ہو۔ مگر مقام افسوس ہے کہ منیٰ میں بعض احباب کے چہروں پر انقباض و انتشار کے آثار نمایاں تھے۔ ایک دوسرے سے خفگی کا اظہار ہوا۔ بلاشبہ اس بار مکتب کے کارکنان کے بیان کے مطابق ہر خیمے میں پہلے کی نسبت افراد کی تعداد زیادہ تھی اور حسب معمول کھانے کا معیار تسلی بخش نہیں تھا لیکن سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ انہی تکالیف کو سہہ کر مَن کو برداشت کا خوگر بنانا اس عبادت کا ایک اہم پہلو ہے۔ اگر اس میں خدانخواستہ بے حوصلگی کے باعث کسی کی دل آزاری ہو تو ممکن ہے اس عظیم عبادت کے ثمرات حاصل نہ ہوں اور یہ بہت بڑی محرومی اور کم نصیبی ہوگی۔ خالق کائنات جملہ مومنین و مومنات کو اس عبادت کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٹھارہ ارکان

23 جنوری 2005ء ...... نو بجے شب اعمال مکہ کا آغاز ہوا اور بارہ بجے رات یہ اعمال سرانجام پائے۔ بحمد للہ ان اعمال کے ساتھ حج کے اٹھارہ ارکان پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

یہ تو فقط انہی کی عطا لے گئی مجھے

26 جنوری 2005ء ...... ساڑھے سات بجے صبح ہم سات افراد گروپ لیڈر، فدا علی شگری، سید فرزند حسین شاہ، سید عطا حسین شاہ، محمد سبطین، سید نیر

حسن نقوی اور مصنف ویگن کے ذریعے غار حرا (جبل نور) کی طرف روانہ ہوئے۔ آٹھ بجے سٹاپ پر اترے۔ جبل نور کی سمت چلنا شروع کیا۔ چڑھائی چڑھتے چڑھتے اور پہاڑ کے پہلے پتھر تک پہنچتے پہنچتے مصنف کی سانس پھول گئی۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ ہمت جواب دے گئی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ سر چکرانے لگا۔ سوچا کہ آج زندگی کا آخری دن ہے۔ بیگ سے پانی کی بوتل نکالی۔ چند گھونٹ پیے۔ کچھ جان میں جان آئی۔ اللہ کا نام لے کر دوبارہ قدم بڑھانے لگا۔ ساتھی آگے نکل چکے تھے۔ کہیں کہیں فٹ پاتھ بنے ہوئے تھے۔ زیادہ تر راستہ دشوار گزار تھا۔ دو ایک مشکل مقامات پر خدا کے بندوں نے دستگیری کی۔ تب احساس ہوا:

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

بار بار خیال آیا کہ جب ذرائع مواصلات نہیں تھے، رسول رحمت، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کس قدر تکالیف برداشت کر کے یہاں تشریف لاتے ہوں گے۔ آخرکار آپ ہی کی فقیر نواز عاطفت نے سہارا دیا اور دس بجے غار حرا کے دہانے پر جا پہنچا۔ وہاں کچھ ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ غار تھوڑے ہی فاصلے پر ڈھلوان پر واقع تھا مگر زائرین کے ازدحام کی وجہ سے آگے جانا دشوار تھا۔ دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ اور واپسی کا راستہ اختیار کیا۔ واپسی پر گروپ لیڈر، محمد سبطین اور مصنف ہم سفر تھے۔ تھوڑی دیر ستائے، پھل کھائے اور تازہ دم ہو کر چل دیئے۔ کچھ لوگ نیچے اتر رہے تھے اور کچھ اوپر چڑھ رہے تھے۔ گروپ لیڈر نے بتایا کہ وہ اس سے قبل تین مرتبہ غار حرا گئے مگر اتنا رش کبھی نہیں دیکھا۔ اس سفر میں مصنف نے سوچا کہ یہ جنوری کا مہینہ ہے۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل بھی ہیں مگر پھر بھی پیاس سے حلق سوکھا جا رہا ہے۔ موسم گرما میں بھی تو لوگ غار حرا کی زیارت کو جاتے ہوں گے۔ آفرین ان کے جذبہ وشوق پر!

یہاں بھی امت مسلمہ کی بدنظمی کی جیتی جاگتی تصویر نظر آئی۔ راستہ تنگ تھا۔ سب ایک دوسرے کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ ایک قدم آگے کو نہیں اٹھ رہا تھا۔ بالآخر کسی بندۂ خدا کو رحم آیا اور اس نے دو لائنیں بنوائیں۔ ایک جانے والوں کے لئے اور ایک آنے والوں کے لئے۔ تب بے حرکت ہجوم کو جنبش ہوئی۔

سٹاپ پر باقی ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ ویگن کے ذریعے واپسی ہوئی۔ پانچ گھنٹوں میں یہ مستحب عمل مکمل ہوا۔ اس ہمت آزما سفر کے دوران میں بارگاہِ رسالتؐ سے ایک نعت کی خیرات ملی۔

نعت

یہ تو فقط انہی کی عطا لے گئی مجھے
کیسی بلندیوں پہ اٹھا لے گئی مجھے

اک اک قدم پہ گر کے سنبھلنا محال تھا
پھر یوں ہوا کہ بادِ صبا لے گئی مجھے

تھک ہار کے جو بیٹھ گیا اک چٹان پر
تب آئی ایک ضو جو اڑا لے گئی مجھے

گویا کہ میں بھی سنگ تھا کوہِ گراں کے ساتھ
ان کی نگاہِ فیض بہا لے گئی مجھے

کہتے ہیں لوگ ابر کا سایہ سروں پہ تھا
کہتا ہوں میں کہ ان کی ردا لے گئی مجھے

27 جنوری 2005ء ...... گروپ لیڈر نے عمارت 4110 میں مجلس عزاء سے خطاب کا شرف حاصل کیا۔

☆☆☆☆☆

مشغول حق

25 جنوری 2005ء......

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگی بوتراب میں

عمارت 4110 میں جشن غدیر کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز دو بجے دن ہوا۔ سید محمد عقیل شاہ نے شعروسخن سے مزین نظامت کے فرائض سرانجام دیے۔ سید مبشر حسن نقوی نے آیات مقدسہ کی تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ راجا جواد الحسن نے موثر لحن کے ساتھ حمد و نعت اور منقبت کا ہدیہ پیش کیا۔ انہوں نے اپنے والد مرحوم راجا احسان اللہ کا کلام بھی سنایا۔

مصنف نے شہنشاہ فصاحت و بلاغت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام ابن ابی طالبؑ کی بارگاہ میں اپنے کلام کے ساتھ مختصر گفتگو کا نذرانہ پیش کیا۔ کاروانِ محمدیہ کے ایک فرد سید اکمل حسین نے پُر اثر لحن کے ساتھ منقبت پڑھی۔ گروپ لیڈر مولانا سید حسن عسکری نقوی نے موقع کی مناسبت سے اپنے مخصوص انداز میں سیر حاصل خطاب کیا۔

پاس وفا

31 جنوری 2005ء ...... دس بجے دن طواف وداع کیا اور نماز طواف ادا کی۔ رخت سفر باندھا۔ اکثر احباب کو خدشہ لاحق تھا کہ ان کا سامان مجوزہ وزن سے زیادہ ہے، نجانے کیا ہوگا؟ اس کے لئے ایک وزن کرنے والی مشین بھی خریدی گئی۔ کچھ احباب کا سامان تولا گیا تو واقعی مقررہ وزن سے زیادہ نکلا۔ جن ساتھیوں کا سامان کم تھا ان سے توازن قائم کرنے کی کوشش کی تاہم کچھ کسر رہ گئی۔

ہوٹل سے جدہ روانگی کا وقت گیارہ بجے رات تھا مگر حسب سابق بس وقت پر نہ پہنچی۔
اس موقع پر ارباب بست وکشاد بھی کیا کرتے، انہیں اتنے بڑے ہجوم کی نقل وحمل
کے انتظامات سے عہدہ برآ ہونا تھا۔ خیر ہم بس کے انتظار میں بے بسی کے عالم میں
الانتظار اشد من الموت کی کیفیت سے دوچار رہے۔ ایک بجے رات بس پہنچی اور
ہم تین بجے جدہ پہنچے۔ مرزا محمد ارتضیٰ کی بدولت ایک دردمند اہل وطن نے سفر حج کا
لحاظ کرتے ہوئے ہمدردی کی۔ سب کا سامان کسی رکاوٹ کے بغیر پاس ہو گیا۔

ہوا ساحل نہیں رکھتی

یکم فروری 2005ء ...... فلائٹ کا وقت گیارہ بج کر بیس منٹ دن
تھا۔ (پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق ایک بج کر بیس منٹ)۔ PK 1716
نے بروقت پرواز کی اور چھ بجے شام اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر اترا اور یوں
کاروانِ عمار یاسر کا وہ سفر حج اختتام پذیر ہوا جس میں گروپ لیڈر مولانا سید حسن
عسکری نقوی کی قیادت میں شیخ امجد حسین، شیخ محمد سبطین، شیخ اقبال حسین اور محترمہ
قیصرہ فاطمہ جیسے دریا دل، مولا کے نام پر دل کھول کر خرچ کرنے والے، سید سجاد حیدر
زیدی جیسے ہمدرد جنہوں نے اپنا بیشتر وقت اپنے فرائض حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ
دو ضعیف اور مریض میاں بیوی کی دیکھ بھال کے لئے وقف کیا۔ مرزا محمد ارتضیٰ جیسے
وضعدار، فدا علی شگری جیسے منکسر المزاج، سید فرزند حسین شاہ جیسے دلنواز، سید نیر حسن
نقوی جیسے معاون و مددگار، راجا جواد الحسن اور راجا ناصر حسین جیسے اسم مسمیٰ، حلیم و
بردبار اور سید مبشر حسن جیسے دلپذیر سید رزاق حسین جعفری جیسے زندہ دل، ڈاکٹر محمد
عارف خورشید، ملک غلام شبیر جیسے غمگسار، سید اذکار حسین شاہ اور ظفر اقبال جیسے
صاحبان ذکر وفکر ہم سفر شامل تھے۔

مگر جس طرح اس تحریر کا عنوان اردو نظم کے ایک بڑے شاعر اختر حسین جعفری کی نظم کی دو لائنوں

''ہوا دریا تو رکھتی ہے۔
ہوا ساحل نہیں رکھتی''

سے اخذ کیا گیا اور یہ اس رمز کا عکاس ہے کہ یہ سفر، طویل مسافت کی ایک منزل ہے۔اس کا انجام تو حیاتِ سفر شعار کی آخری سانس کی مسافرت سے جڑا ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆

حج کی الٰہی دعوت اس لئے ہے کہ مومنین خود کو ایک دوسرے کے نزدیک دیکھیں اور مسلمانوں کے اتحادی پیکر کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کریں۔ حج اجتماعی طور سے شیاطین انس و جن سے برأت و بیزاری کا اظہار کرنے کے لئے ہے۔ یہ اسلامی امت کے اتحاد و یک جہتی کی تمرین ہے

ولی امر المسلمین

سید علی خامنہ ای